ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.4.2025

عظمت عظیم ضلع نارووال کی ادبی روایت کی معتبر آواز تحقیقی جائزہ

آسیہ تبسم

پی ایچ ڈی اُردو اسکالر، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد عطاالله

صدرِ شعبہ اردو لاہور لیڈز یونیورسٹی لاہور

Abstract:

Azmat Azeem belongs to her ancestral village, Bara Bhai Masroor, located in Shakargarh — the border city of Punjab, Pakistan. She is a writer who, with determination and steadfastness, not only refined her craft but also presented it to the world, earning recognition as a distinguished author. The people of Shakargarh lovingly remember her with the title "Dukhtar-e-Shakargarh" (The Daughter of Shakargarh). She is the first female author and poet of her region who, through her exceptional talent and tireless efforts, has set an admirable example for women. Four of her books have already been published.The purpose of this article is to pay tribute to the literary services of Azmat Azeem. In addition, this article will present a research-based review of her books: "Azmatein", "Khawabon Ki Jageer Meri", " Sadaen Goonjti Hain", and "Be-Naqab".

Key Words:

Azmat Azeem ,Shakargarh literature, women in literature of Narowal, Literary Analysis, Be-Naqaab.

ضلع نارووال کی ادبی روایت میں خواتین کا کردار تاریخی طور پر بھی موجود ہے اور حالیہ دور میں بھی واضح طور پر نظر آتا ہے۔ ضلع نارووال کی ادبی تاریخ مردانہ غلبے کے ساتھ ضرور رہی ہے مگر اس کے باوجود یہاں کی خواتین نے خاموشی مگر مستقل مزاجی سے ادب میں حصہ لیا ہے۔ محدود تعلیمی وسائل، سماجی پابندیاں اور گھریلو ذمہ داریوں کے باوجود خواتین نے شاعری، کہانی، نعت اور تنقید میں اپنی آواز پیدا کی ہے۔ نارووال کی کئی خواتین ایسی ہیں جنہوں نے شعری روایت میں حصہ لیا ہے۔ ان میں نمرا شہزادی، مریم شہباز، ثمرین، پروفیسر نائلہ ریاض بٹ، ثوبیہ خان نیازی، طاہرہ منیر بسرا، رجب چودھری، سمیرا سلیم کاجل، ڈاکٹر عمرانہ مشتاق اور عظمت عظیم صاحبہ کا نام سرِفہرست ہے۔ ان خواتین نے اپنی شاعری میں عورت کی داخلی کائنات، سماجی ناانصافیاں، جذبات، رشتے اور معاشرتی اقدار جیسے موضوعات کو مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔ نارووال میں مختلف ادبی تنظیموں میں خواتین کی شمولیت سے ادب نے کافی ترقی کی ہے۔ خواتین نے نوجوان نسل کو ادب سے جوڑنے میں نمایاں حصہ لیا۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے بڑھتے ہوئے استعمال کی بدولت نسوانی بیانیے کا اظہار مضبوط ہوا۔ کئی خواتین نے ضلع اور صوبائی سطح پر مشاعروں میں انعامات بھی حاصل کیے۔ عظمت عظیم صاحبہ بھی اسی ادبی روایت کو پروان چڑھا رہی ہیں۔ ان کو ان کی ادبی خدمات کے نتیجے میں اہل شکر گڑھ نے (دخترِ شکر گڑھ) کے لقب سے نوازا ہے۔ ان کی چار کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں ایک کتاب شاعری کی ہے۔ ایک ان کی خود نوشت ہے اور دو کتابیں ان کے کالموں کا مجموعہ ہیں۔ شکر گڑھ جیسے دور اُفتادہ اور سرحدی گاؤں سے کسی لڑکی کا علم و ادب کی دنیا میں آنا اور اپنا نام بنانا کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ عظمت عظیم کا تعلق سرزمین پاکستان کے ضلع پنجاب کے شہر شکر گڑھ کی آبائی بستی بڑا بھائی مسرور سے ہے۔ یہاں سے پاکستان کا سٹینڈرڈ ٹائم لیا جاتا ہے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم-اے اردو، سیاسیات، ایجوکیشن اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے بی-ایڈ، ایم-ایڈ کیا ہے۔ عظمت عظیم ایک ایسی تخلیق کار ہیں جنہوں نے اپنے عزم اور استقلال سے اپنے ہنر کو نا صرف نکھارا ہے بلکہ دنیا کے سامنے پیش کر کے

خود کو صاحب قلم کی حیثیت سے منوایا ہے۔ اپنے گاؤں کی مٹی سے انہیں بے حد محبت ہے اور وہ اکثر اپنی تحریروں میں اپنے اس بے پایاں پیار کا اظہار بھی کرتی نظر آتی ہیں۔ جب تک وہ اپنے گاؤں میں رہیں وہ عظیم پبلک سکول کے نام سے ایک ادارہ بنا کر تعلیم کو فی سبیل اللہ بانٹتی رہیں۔ ان کے قائم کیے گئے رفاہی ادارے عظیم ٹرسٹ سے سینکڑوں لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں۔ ان کی کتابیں معاشرے میں لمحہ بہ لمحہ محسوس کیے جانے والے وہ احساسات ہیں جو کم و بیش ہر انسان کو درپیش رہتے ہیں۔ کالم نگاری اور مضمون نگاری کے حوالے سے ان کا نام بہت معتبر ہے۔ مختلف اخبارات اور جریدوں میں ان کے کالم اور مضامین تواتر سے شائع ہوتے ہیں۔ اور بہت پسند کیے جاتے ہیں۔ وہ اپنے علاقے کی پہلی مصنفہ اور شاعرہ ہیں جنہوں نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں اور انتھک محنت کیبدولت صنف نازک کے لیے قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے۔ متعدد اعلیٰ تعلیمی اسناد کی حامل عظمت عظیم فہم و دانائی میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ اور انسانی روّیوں کو سمجھنے کی بات ہو یا کسی بھی مسئلے کو سلجھانا ہو وہ انتہائی خوبصورتی سے اس کا کوئی نہ کوئی حل نکال لیتی ہیں۔ ان کی تحریروں میں ایسے ایسے موضوعات ہیں جو عام انسان کی سوچ سے بالا ہیں۔ ایک پسماندہ گاؤں سے تعلق رکھنے والی بیٹی کی جہدِ مسلسل کی داستان جسے نامناسب تنقید اور معاشرے کے غیر مناسب روّیوں نے دکھی کیا مگر وہ کبھی دل برداشتہ نہیں ہوئی۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بہت سی صعوبتیں برداشت کیں اور بلا آخر کامیابی نے ان کے قدم چومے۔

عظمت عظیم صاحبہ کی سب سے پہلی کتاب "عظمتیں" ہے۔ جو کہ جون 2023ء میں شائع ہوئی۔ ان کی یہ کتاب ان کے کالموں کا مجموعہ ہے۔ جس طرح کسی بھی صاحبِ اولاد کو اپنی پہلی اولاد سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہے، اسی طرح "عظمتیں" عظمت عظیم صاحبہ کی سب سے پہلی تخلیق ہے جو کہ انہیں بہت عزیز ہے۔ عظمت عظیم صاحبہ ایک منجی ہوئی کالم نگار ہیں اور معاشرے کے ہر پہلو پر انہوں نے قلم اٹھانے کی جسارت کی ہے۔ بحیثیت خاتون بہت سے موضوعات ایسے تھے جن پر لکھنے کے لیے انہیں لوگوں کی تنقید کا بھی سامنا کرنا پڑا مگر انہوں نے یہ ثابت کیا کہ یہ نرم و نازک سی عورت صنف آہن بننے کا جذبہ لیے اس میدان میں آئی ہے اور انہوں نے معاشرے کے اندر پنپنے والی بہت ساری برائیوں کے اوپر دل کھول کر لکھا وہ خود اپنے بارے میں لکھتی ہیں:

> "میں نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی وہاں بیٹی کی تعلیم کا کوئی خاص رواج نہیں تھا۔ دور افتادہ پسماندہ گاؤں سے کسی لڑکی کا شہر کالج میں پڑھنے آنا پڑا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اپنے گاؤں اپنے خاندان کی میں پہلی بیٹی تھی جو حصول تعلیم کے لیے گاؤں سے میلوں دور شہر کالج میں پڑھنے آتی تھی۔ اب سوچتی ہوں تو وہ وقت یاد آتا ہے کہ میرے شجرِ سایہ دار میری اس خواہش کی تکمیل کے لیے صدیوں کی روایت توڑ کے کتنے محازوں پہ لڑے ہوں گے۔ جنہوں نے بیٹی اور بیٹے کی تفریق کو بالاتر رکھتے ہوئے اپنے سب بچوں کی ایک جیسی پرورش کی۔ چار ماسٹر ڈگریوں کے باوجود میں ہر وقت سیکھنے کی کوشش میں رہتی ہوں۔"(1)

ان کے مکالمے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت ان کی کتاب "عظمتیں" میں شامل ہیں۔ خیر و شر، جلتی دھوپ میں شجرِ سایہ دار، ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا، کرو مہربانی تم اہل زمین پر، چلتی پھرتی محبتیں، خبر دار کیمرے کی آنکھ آپ کو دیکھ رہی ہے، دو ٹکے کے لوگ، جہیز ایک معاشرتی لعنت، طلبہ کی تعمیر سیرت و اخلاق میں استاد کا کردار، بھوک پھرتی ہے میرے ملک میں ننگے پاؤں، مجھ سے دیکھا نہیں جاتا تیرا عریاں ہونا، سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں، لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی، مٹی دیاں مورتاں، بلے شاہ اسی مرنا ناہیں گور پیا کوئی ہور، دختران کربلا کی عظمتوں کو سلام، میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں، کعبہ کے منہ سے جاؤ گے، نسلی بنیں بے نسل نہ بنیں، بنت حوا تہذیب نو کے آئینے میں، ذخیرہ اندوزی ایک لعنت، انسانیت شرمندہ ہے، ضمیر زندہ باد، ویلنٹائن ڈے یا فحاشی، معاف کرنا اللہ کا وصف ہے، وبا کے بطن سے پھوٹتی انسانیت، مرد ہر روپ میں سائبان، من کی آنکھیں، جرمِ ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات، ہر ظالم کو ہو گا سامنا کرب و بلا کا، شرک میں معافی نہیں، قرض دھرتی ماں کا، یہ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

عظمتوں کا آمین پرچم، دکھاوے سے خدا بھی روٹھ جاتا ہے، میرا ایمان ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم، دلاں دے وچ رب واسدا ،خانہ بدوشوں کی دنیا، بول مٹی دیا باویا، درد بانٹنے کا نام عید ہے، حضرت خواجہ عبدالسلام چشتی

درج ذیل عنوانات کو پڑھ کر آپ کو اندازہ ہو رہا ہو گا کہ عظمت عظیم صاحبہ نے بحیثیت کالم نگار معاشرے کے تمام نظر آنے والے پہلو جو کسی نہ کسی صورت میں قابل بیان ہیں، ان پہ قلم اٹھایا ہے۔ کالم نگاری کی دنیا میں عظمت عظیم صاحبہ کے مقام کا تعین کرنے کے لیے ہمیں پہلے یہ دیکھنا ہو گا کہ اچھے کالم نگار کی خصوصیات کیا ہیں۔ اس بارے میں پروفیسر شفیق صاحب کی کتاب اردو کالم نگاری سے یہ اقتباس دیکھیں:

ڈاکٹر شفیق جالندھری صاحب کی کتاب اردو کالم نویسی کے دیباچے میں پروفیسر ڈاکٹر مسکین حجازی صاحب لکھتے ہیں:

> "یوں تو ہر پڑھا لکھا انسان کچھ نہ کچھ لکھ لیتا ہے۔ لیکن ایسی چیز لکھنا جو قابلِ مطالعہ ہو ہر لکھنے والے کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اخبارات و جرائد میں صحافتی تحریروں کے نام پر بہت کچھ چھپتا رہتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ قابلِ مطالعہ نہیں ہوتا۔ کچھ تحریریں واقعی قابلِ مطالعہ ہوتی ہیں۔ کچھ محض تحریریں ہوتی ہیں۔ اور کچھ تحریریں بھی نہیں ہوتیں۔ تحریروں کے روپ میں الم غلم اور نہ جانے کیا کچھ ہوتا ہے ۔ میری رائے میں کالم کی اصل خصوصیتیہی ہے کہ وہ قابل مطالعہ ہو۔ اور اس میں کچھ کہا گیا ہو۔ اور اس ڈنگ سے کہا گیا ہو کہ پڑھنے والوں کو پسند آئے۔ اسی لیے کالم عموماً ایسے صحافی یا اہلِ قلم لکھتے ہیں جو کہنہ مشق ہوتے ہیں۔ جن کے پاس علم اور تجربہ ہوتا ہے۔ اور جن کا اپنا اپنا اسلوبِ بیاں ہوتا ہے۔ کالم کی نفرادیت اور جداگانہ خصوصیت نہ ہو تو وہ کالم نہیں رہتا بلکہ ایسی صحافتی تحریر بن جاتا ہے جسے کالم کے سوا کوئی بھی نام دیا جا سکتا ہے۔"(2)

درج ذیل پیراگراف کو پڑھ کر ایک اچھے صحافی یا کالم نگار کی جو خصوصیات ہمارے سامنے آتیں ہیں۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ عظمت عظیم صاحبہ میں وہ ساری خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ روزنامہ "جنگ" کے سینئر کالم نگار، مصنف، محقق اور نقّاد سیّد عارف نوناری صاحب عظمت عظیم صاحبہ کی کالم نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "عظمت عظیم صاحبہ کے ذہن میں ایک وقت میں کئی خیالات روشنی کی طرح گردش کرتے رہتے ہیں۔ ان کا سوچنے اور لکھنے کا انداز اپنے اندر بہت سی وسعتیں رکھتا ہے۔ ان کے گمبھیر قسم کے مشاہدات ان کی تحریروں کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ وہ جہاں ایک اچھی شاعرہ کے طور پر ہمارے سامنے ہیں وہاں ان کے قلم سے بامقصد اور سبق آموز کالم بھی پڑھنے کو ملتے ہیں ان کے کالموں کے عنوانات پڑھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی تحریروں میں جذبات کے علاوہ زندگی کی سچائیوں کے کئی پہلو بھی ملتے ہیں ان کے کالم معاشرہ کے مسائل کی عکاسی کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ ان کا قلم رکتا نہیں بلکہ موتیوں کی زنجیر ہلاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ایسے قلمکار ہمارے معاشرے کا اثاثہ ہیں۔ ان کے کالم اور شاعری موجودہ حالات میں آبِ حیات سے کم نہیں۔ بیرون ملک کے رسائل و جرائد میں بھی ان کی تحریریں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ عظمت عظیم بے شمار خوبیوں کی مالکہ بھی ہیں اور ان کی یہ خوبیاں ان کی زندگی کا حصہ بن چکی ہیں۔ مشاہداتی شاعری اور مشاہداتی کالم ان کو دوسرے قلم کاروں سے ممتاز کرتے ہیں۔"(3)

عظمت عظیم صاحبہ کے کالموں کو پڑھ کر ان کا اسلوب قاری پہ بہت اچھے سے واضح ہو جاتا ہے ان کے کالموں میں روایتی کالم نویسی کا انداز کم اور افسانوی انداز زیادہ ہے۔ عظمت عظیم صاحبہ کے اسلوب پر بات کرنے سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلوب اصل میں ہے کیا؟ اسلوب سٹائل کا ہم معنی لفظ ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اس ضمن میں نثار احمد فاروقی لکھتے ہیں:

"اسلوب کی بنیاد دو چیزوں پر ہے الفاظ اور خیال۔ اسلوب میں الفاظ کی ترتیب اور انتخاب بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔"(4)

ڈاکٹر نصیر احمد خان اسلوب کے حوالے سے اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"ایک ایسی طرز تحریر جو ہر اعتبار سے منفرد ہو۔ ادیب کی شخصیت کی مظہر ہو۔ خارجی لسانی پہلوؤں کے علاوہ اندازِ بیاں، اندازِ فکر اور اندازِ تخلیق کی نمائندگی کرے۔"(5)

"سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں" کالم میں عظمت عظیم صاحبہ کا افسانوی اسلوب دیکھیے:

"سردیوں کی یخ بستہ طوفانی بارش برساتی سرد کالی رات۔ ایسے میں سب آوازیں خاموش ہو چکی تھیں۔ سرد ترین رات کا پچھلا پہر چل رہا تھا۔ میں اپنے گرم لحاف میں خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔ اچانک دور سے کسی کتے کے بھونکنے کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی۔ لیٹے لیٹے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ مجھے ایک دم بہت خوف محسوس ہونے لگا۔ اندھیرے میں نامعلوم وجود کو تکتے تکتے اپنی وجہ تخلیق اور مقاصد تخلیق پر غور کرنے لگی تو اندر کی آنکھیں بھی کھل گئیں۔ اس دنیا میں آئی تو ایک دن جانا بھی ضرور ہے۔ سب سے پہلے جو بات ذہن میں آئی کیا اپنا یہ پیارا آشیانہ یہ نرم و نازک بستر ایک آواز پر لبیک کہنے والے اپنے پیارے لوگ ان سب کو چھوڑ کر ایک دن گیلی کھردری زمین روشنی و ہوا کے بغیر اس اندھیرے گڑھے میں ابدی بسیرا کرنے کو دل کرے گا؟ دل زور سے چیخ کر نہیں نہیں کہنے لگا۔ لیکن کوئی ذی روح اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اللہ رب العزت نے ہر ذی نفس کے لیے موت کا وقت اور جگہ متعین کر دی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی شخص خواہ وہ کافر ہو یا فاجر موت کو یقینی مانتا ہے۔ بڑی بڑی مادی طاقتیں مشق سے مغرب تک حکومتیں موت کے سامنے عاجز و بے بس ہیں۔"(6)

عظمت عظیم صاحبہ کا ادبی سفر چند سالوں پر محیط نہیں بلکہ ان کے الفاظ کا استعمال اور ان کا اسلوب دیکھ کے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا ادبی سفر بچپن سے جاری رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی تحریریں مثالی ہیں اور ان کی اس کامیاب مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ وہ صرف ایک کالم نگار نہیں بلکہ ایک بہترین مثبت اور تعمیری ادب سے سرشار سماجی اور معاشرتی اصلاح کار اور مبلغہ کا فریضہ بھی انجام دے رہی ہیں۔ ان کا انداز تحریر سادہ اور آسان ہے جس میں فکری اور فطری جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے۔ کتاب پڑھتے پڑھتے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ واقعات خود قاری پہ گزر چکے ہیں جو مصنفہ نے تحریر کیے ہیں۔ ان کی عمیق نظری سے واقعات کو دیکھنا اور معاشرتی ناسوروں کی نشاندہی کرنا ایک اچھے کالم نگار کا خاصہ ہے۔

"بے نقاب" کے نام سے عظمت عظیم صاحبہ کے کالموں کا ایک اور مجموعہ شیر ربانی پرنٹرز ملتان نے 2025ء میں شائع کیا ہے جس میں عظمت عظیم کے قلم کا زور "عظمتیں" سے کہیں زیادہ نظر آتا ہے۔ کالموں کی یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔

حصہ اول۔ کو عظمت عظیم نے "معاشرت بے نقاب" کا نام دیا ہے

حصہ دوم۔ "ادارے بے نقاب"

اور حصہ سوم۔ "رشتے بے نقاب"

ان تینوں عنوانات کے تحت عظمت عظیم صاحبہ نے بہت سے کالم اس کتاب میں شامل کیے ہیں جو ہماری سوسائٹی اور اس سے جڑے مسائل کا خوب اچھی طرح احاطہ کرتے ہیں۔ ان کے کالموں کے عنوانات پڑھ کر بالکل اچھے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اپنے معاشرے کو انتہائی غور و فکر سے دیکھتی ہیں اور ان کی قوت مشاہدہ بہت تیز ہے۔ اور اس قوت مشاہدہ سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے ان مسائل پہ قلم بھی اٹھایا ہے اور ان کے حل کے لیے تجاویز بھی دی ہیں۔

"معاشرت بے نقاب" کے اندر درج ذیل کالم ہیں

کبھی خود سے بھی ملاقات کیجئے، رات قبر دی کالی، دو نمبر دو نمبر ہی ہوتا ہے، اتھے عملاں دے ہونے نے نبیڑے، زبان غلیظہ، ہنر بانٹنے میں کنجوسی، تعویز جادو ٹونے، قول و فعل کا تضاد، ہم سب کرپٹ ہیں، لوگ کیا کہیں گے، غلیظ، کھانا کعبہ کس منہ سے جاؤ گے، کسے دی لگی کون جاندا، نفرت کا مذہب نہیں، ظاہر کچھ باطن کچھ، مہنگائی یا ریاستی ڈکیتی، انسان نما کتے، نشہ بدترین لعنت، منافقت بے نقاب، بھیک بدترین لعنت، کے عنوانات کے تحت کالم لکھے گئے ہیں۔

حصہ دوم۔"ادارے بے نقاب" کے عنوان کے تحت

معمار وطن یا زہر قاتل استاد، گورنمنٹ خواتین وحضرات اساتذہ، مادر پدر آزاد طلبہ، غلط ذرائع نالائق قیادت، پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی لوٹ مار، نقل مافیا کا توڑ، درختوں کے قاتل۔۔ مسیحا یا قصائی، پرائیویٹ ڈاکٹرز مسیحا یا قصائی۔ عدالتیں، درگاہیں۔۔ شرک کی سب سے بڑی آماجگاہ، علماء اور ہمارے دینی مدارس، مجھے اعتراض ہے، کے نام سے کالموں پر مشتمل ہے۔

حصہ سوم۔"رشتے بے نقاب" کے ٹائٹل کے تحت بیٹیاں۔۔ رحمتیں۔۔ یا زحمتیں، لطیف مگر کمزور رشتہ، بھوک، رحم کے رشتے یا بے رحم رشتے، طلاق معاشرتی ناسور، بیوگی، ظالم ساس کبھی مظلوم بہو تھی، منہ بولے رشتے سب جھوٹ، ظالم مرد۔۔۔ بے چاری عورت، صرف ایک قدم اٹھا تھا غلط۔۔ راہ شوق میں، ہم ماڈرن نہیں بے شرم ہو گئے ہیں، کے عنوانات کے تحت کالموں پر مشتمل ہے۔ یہ تمام کالم عظمت عظیم صاحبہ کی بہادری ان کے استدلال کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

عظمت عظیم صاحبہ نے اپنی خود نوشت "خوابوں کی جاگیر میری" کے نام سے 2024ء میں شائع کی۔ جس کو پڑھ کر مصنفہ کے حالات زندگی، ان کی تعلیمی جدوجہد اور ان کے راستے میں آنے والی رکاوٹوں نیز اس علاقے کی ثقافت اور تہذیب کا بڑے اچھے انداز میں پتہ چلتا ہے۔ خود نوشت یا آپ بیتی ایک نثری ادبی صنف ہے۔ جسے انگریزی میں بائیو گرافی کہا جاتا ہے۔ خود نوشت کا محور مصنف کی اپنی ذات ہوتی ہے۔ خود نوشت میں مصنف اپنی ذات کو مرکز اور محور بنا کر اپنے عہد کے سماجی، تاریخی، ثقافتی اور بعض دفعہ تہذیبی حالات کو لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔

خود نوشت کے بارے میں ڈاکٹر صبیحہ انور اپنی کتاب "اردو میں خود نوشت سوانح حیات" میں لکھتی ہیں:

> "خود نوشت سوانح حیات سے مراد کسی شخص کے اپنی زندگی سے متعلق خود لکھے ہوئے حالات ہوتے ہیں۔ خود نوشت سوانح حیات میں مصور اپنی تصویر خود ہی بناتا ہے۔ بشری تقاضے کے تحت اس کا غیر ارادی مطمع نظر یہی ہوتا ہے کہ لوگ اس کو پہچانیں۔ خود نویست سوانح حیات میں عجز اور انکسار کے خواہ کتنے ہی پردے ڈال دیے جائیں ت، کلفات کے پے بہ پے ہلکے کھینچ دیے جائیں، ناچیز، عاجز، ننگ اسلاف، ہیچ مداں، حقیر، فقیر، سراپا تقصیر جیسے الفاظ کا قدم قدم پر استعمال کیا جائے لیکن ہر شخص کا سب سے بڑا ہیرو وہ خود ہوتا ہے۔"(7)

مصنفہ نے اس خود نوشت سوانح عمری کو نو ابواب پر مختلف چھوٹے چھوٹے موضوعات کے تحت لکھا ہے۔ جو ان کی پوری زندگی کا احاطہ کرتے ہیں۔ اپنی اس خود نوشت کے بارے میں مصنفہ اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتی ہیں:

> "میرے خوابوں خیالوں کییہ ننھی سی جاگیر میرے بابا کے گھر سے شروع ہو کر بابا کے گھر تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس میں شاید آپ کو کوئی دلچسپی نہ لگے، لیکن میرے لیے ایک پورا جہاں آباد تھا۔ کیونکہ اس کی پگڈنڈیاں میرے بابا کے گھر سے شروع ہو کر ساری دنیا گھوم کر بھی بابا کے گھر کو ہی جاتی تھیں۔ اس چھوٹی سی جاگیر میں جو خوشیاں تھیں وہ بناوٹی نہیں تھیں۔ جو صعوبتیں تھیں وہ زندگی کے تجربات اور آئندہ کے

> لیے سبق تھے۔ جو قرض جان پر واجب تھے۔ وہ ادائیگی کے متقاضی تھے۔ جو ہنسی مذاق قہقہے تھے وہ زندگی کے سب سے دلکش رنگ تھے۔"(8)

آپ بیتی لکھنا اتنا آسان فن نہیں ہے۔ کیونکہ آپ بیتی لکھنے کے لیے مصنف کے اندر بہت ساری اسلوبیاتی خوبیوں کا ہونا ضروری ہے۔ خود نوشت لکھنے کے لیے یہ خیال رکھنا پڑتا ہے کہ ماحول اور اس کی تصویر اس قدر گہری بنائی جائے کہ قاری آپ کی کہانی کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا محسوس ہو۔ آپ بیتی لکھنے میں بہت سی دشواریاں اور خامیاں بھی پیش آجاتی ہیں کیونکہ بعض دفعہ تصویر بنانے والا جانتا ہے کہ اس کے سامنے بیٹھنے والا شخص اس تصویر سے مطمئن نہیں ہو گا۔ لہذا اسے اپنے الفاظ کا بہت زیادہ خیال رکھنا پڑتا ہے اور لکھنے والا لاشعوری طور پر بعض دفعہ شعور کی رو میں بہتے ہوئے لکھتا ہی جاتا ہے اور قاری کے لیے اس کے جذبات کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ خود نوشت دراصل حقیقت نگاری کی ہی ایک شکل ہے۔ اس لیے بعض واقعات کو بیان کرنے کے لیے انسان کو بلاخوف واقعات کی باریکیوں میں اترنا پڑتا ہے اور اپنے احساسات کے بیان کے لیے بعض دفعہ اسے مبالغے سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔ لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ خود نوشت میں کوئی بھی شخص وہی کچھ بیان کرتا ہے جو وہ بیان کرنا چاہتا ہے۔ کسی کی خود نوشت کو پڑھ کر اگرچہ ہم اس کے بارے میں کافی معلومات اکٹھی کر لیتے ہیں اور سوانح نگاروں کے لیے خود نوشت ایک بہت اچھا سرمایہ ثابت ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی بحیثیت انسان خود نوشت میں بعض جگہوں پر بعض سچائیوں کو چھپا لیا جاتا ہے۔ عظمت عظیم صاحبہ نے جن واقعات کو اپنی خود نوشت میں شامل کیا ہے ان میں الفاظ کا چناؤ بے انتہا اچھا اور فطری ہے۔ ان کی خود نوشت کو پڑھتے ہوئے ایسا ہی لگتا ہے کہ سرحد کے قریب ایک گاؤں میں جو کچھ بھی معاملات ہوتے ہیں ان سب کو ہم اپنی آنکھوں سے ہوتا ہوا دیکھتے ہیں اور ایک لڑکی جو دور دراز گاؤں سے شہر پڑھنے کے لیے آتی ہے، آتے ہوئے اس کے ساتھ جو کیفیات اور واقعات ہوتے ہیں ہم ان کو بھی محسوس کر سکتے ہیں، عظمت عظیم کی کتاب "خوابوں کی جاگیر میری" پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ نا صرف وہ ایک اچھی کالم نگار ہیں بلکہ اچھی نثر نگار بھی ہیں اور ان کو واقعات کے بیان کرنے میں خاصی مہارت حاصل ہے۔

"خوابوں کی جاگیر میری" سے درج ذیل پیراگراف ملاحظہ کریں:

> "میری دادی کی چاٹی کی لسّی سارے گاؤں میں مشہور تھی۔ گرمیوں سردیوں میں لسّی لینے والوں کی کثیر تعداد دادی کے ارد گرد اکٹھے ہوتی۔ ماں اور دادی ہم بچوں کو مکھن سے چپڑی روٹیاں اور شکر والا دہی اور نمکین لسّی سے ناشتہ کروا کے سکول بھیجتی تھیں۔ دادی کے کہنے پر بابا کتو آرائیں اور بابا جوین کے باغوں سے سبزیاں لینے جاتے جن میں بھنڈیاں، کچی پکی سبز مرچیں، شلجم ، گوبھی، تازہ پالک، لہسن، گاجریں، مولیاں ہوتی تھیں۔ مولیاں اور گاجریں آدھی رہ جاتی تھیں۔ سارے راستے کچر کچر کرتے کھاتے ہوئے آتے۔ چاندنی راتوں میں ہم پہروں صحن میں کھیل کود کرتے رہتے۔ جمعرات کو آدھی چھٹی ہوتی۔ خوب کھیلتے کیونکہ آگے جمعہ کو پوری چھٹی ہوتی تھی۔ گنےّ کا موسم آتا گنےّ کی کٹائی چھلائی ہوتی اس کے بعد بیلنا چلتا گڑ کی خوشبو ہر سو پھیلی ہوتی۔ مجھے گچک بہت پسند تھی جو گڑ بننے سے پہلے ہوتی ہے ۔ دانتوں پر چمٹ جاتی ہے۔ ہمارا کیونکہ زمیندار گھرانہ نہیں تھا جو تھوڑی بہت زمین تھی وہ بھی بابا نے کسی کو کام کرنے کے لیے دی تھی، اس لیے ایسی چیزیں دور دور سے ہی دیکھی جاتی تھیں۔ شام کو پہاڑیوں اور کھیتوں میں سیر کو جاتے۔ سرسوں کے پھولوں سے لہلہاتے کھیت آج بھی آنکھوں کی پتلیوں میں رچے بسے ہیں۔"(9)

درج ذیل پیراگراف کو پڑھ کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ عظمت عظیم صاحبہ نے اپنے الفاظ سے دیہاتی علاقے کی انتہائی خوبصورت منظر کشی کی ہے۔ اور ہم اپنے آپ کو اسی علاقے میں اور انہی کھیتوں میں چلتا پھرتا محسوس کرتے ہیں۔ عظمت عظیم صاحبہ کا اسلوب سادگی اور تازگی لیے ہوئے باوقار طریقے سے اپنی بات قاری تک پہنچاتا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

عظمت عظیم ہمارے خطے کی ان باوقار اور صاحب اسلوب قلم کاروں میں شمار ہوتی ہیں جنہوں نے نثر نگاری، کالم نگاری اور شاعری تینوں میدانوں میں اپنی الگ شناخت قائم کی ہے ان کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے عہد، معاشرے اور داخلی کرب کو نہایت سادہ مگر پر اثر انداز میں پیش کرتی ہیں ان کا شعری مجموعہ "صدائیں گونجتی ہیں" جو 2025ء میں شیر ربانی پرنٹرز ملتان سے شائع ہوا۔ یہ ان کی 52 نظموں پر مشتمل ہے جو ان کی فکری پختگی اور فنی بلوغت کا واضح ثبوت ہے۔ عظمت عظیم کی فکر کا دائرہ وسیع ہے۔ ان کی نظموں میں دینی اور روحانی شعور پایا جاتا ہے۔ حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی فکری احساس کو ظاہر کرتی ہیں۔ یہ نظمیں محض عقیدہ نہیں بلکہ قلبی وابستگی اور روحانی سرشاری کا مظہر ہیں۔ میں بنت آدم ہوں، اے لوگو، لوگ بدل جاتے ہیں شہر نامہرباں اور صدائیں گونجتی ہیں اس سماج کی ترجمانی کرتی ہیں جہاں انسان اپنیآواز شناخت اور احساس کھوتا جا رہا ہے۔ ان کی نظمیں مٹی داباوا، دل آج بھی پینڈو ہے، میری جاگیر کے باسی اور ماں، تم۔۔۔اور۔۔میں میں شاعرہ کی جڑیں اپنی دھرتی میں پوست نظر آتی ہیں۔ یہ نظمیں علاقائی تہذیب، خاندانی رشتوں اور مٹی کی خوشبو سے لبریز ہیں۔ ان کی نظمیں "یہ ایک کھیل ہے پیارے، کیسی محبت، میرے چارہ گر میرے سنگ تراش اور وہ قرض جو جاں پر واجب تھے "میں محبت کی پیچیدگی شکست وریخت اور روحانی اذیت کا اظہار ملتا ہے۔ مصنّفہ عصرِ حاضر کے مسائل سے بھیبخوبیآگاہ ہیں۔" کرونا کا خوف " نظم میں شاعرہ اپنے مؤثر شعور کو نمایاں کرتی نظر آتی ہے۔ جہاں وہ اجتماعی المیوں کو ذاتی احساس میں ڈھال دیتی ہے۔ عظمت عظیم کی شاعری کی سب سے بڑی فنی خوبیآزاد نظم پر مضبوط گرفت ہے۔ وہ علامت اور استعارے کو فطری انداز میں برتتی ہیں۔ زبان میں تصّنع سے پاک سادگی رکھتی ہیں۔ مکالماتی انداز اپناتی ہیں جو قاری کو براہ راست مخاطب کرتا ہے۔ وہ اپنے جذبات کو نعرہ نہیں بناتیں بلکہ احساس میں ڈھال دیتی ہیں۔ ان کے نظموں کے عنوانات ہیقاری کو سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ جیسے " اے عمرِ رفتہ ٹھہر ذرا، آخری جزیرہ، تراشے، شہر نامہرباں "یہ سب داخلی اور خارجی کائنات کے باہمی تصادم کی علامتیں ہیں۔ ان کی کتاب "صدائیں گونجتی ہیں" دراصل ایک فرد کی نہیں بلکہ پورے عہد کی صدائیں ہیں یہ وہ صدائیں ہیں جو کہیں دب گئی ہیں کہیں کراہ بن گئی ہیں، اور کہیں نظم کی صورت میں گونج اٹھی ہیں۔ عظمت عظیم کی شاعری عورت کے احساسات، انسان کے دکھ، سماج کے جبر اور محبت کی ناپائیداری کو ایک مضبوط فکری وحدت کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ یہ کہنا بجا ہو گا کہ عظمت عظیم نا صرف ہمارے علاقے بلکہ اردو ادب کی مؤثر شاعری میں ایک معتبر اور توانا آواز ہیں۔ عظمت عظیم کی نظم "میں بنت آدم ہوں" ملاحظہ کیجئے:

"میں بنت آدم ہوں آدم کا ہی انگ ہوں
ہر پل ہر حال میں آدم کے ہی سنگ ہوں
ہر روپ میں سنور کے نکھر جاتی ہوں
مانند خوشبو میں بکھر جاتی ہوں
بن آدم میں مضبوط ہوں تیری سوچ سے آگے
کھلتے ہیں کئی در میرے تیری کھوج کے آگے
میں وفاؤں کی ہوں پیکر میرا ادر کرو تم
محسوس کبھی دل سے میرا درد کرو تم
بیٹے کی ہوں ہم راز، شوہر کی سہیلی
بھائیوں کا ہوں مان، پلی بابا کی حویلی
شاعر کی ہوں غزل، کھلی بن کے چنبیلی
پر حصے میں میرے آئی تیری چاہ سوتیلی
مت چھیڑو! میرے دل کو صرف یاد یہ رکھنا

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

جو سلجھے نہ کبھی، میں وہ الجھی پہیلی
میں ٹکرا جاتی ہوں سنگلاخ چٹاں سے
وسعتیں میری آگے ہیں تیرے کون و مکان سے
بن آدم تیری مٹی سے ہی میری تخلیق ہوئی ہے
لیکن تیری وحشت سے میری تذلیل ہوئی ہے
میں رحمت بن کے تیری دنیا میں تھی آئی
لے ڈوبی گی اب تجھ کو تیری یہ خدائی
میری عزت و حرمت کا کوئی پاس ہی رکھ لے
رحمت سمجھ کے دل میں میری آس ہی رکھ لے
عظمت میں بنت آدم ہوں توقیر کے قابل
دیکھوں گی وہی خواب جو ہوں تعبیر کے قابل"(10)

اس نظم میں عظمت عظیم شاعری میں تانیثی شعور کی ایک با معنی اور متوازن مثال دیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ نظم نہ تو تصادم کی زبان استعمال کرتی ہے اور نہ ہی عورت کو محض مظلوم بنا کر پیش کرتی ہے، بلکہ عورت کی انسانی، سماجی، روحانی اور تخلیقی حیثیت کو ایک باوقار، خود آگاہ انداز میں واضح کرتی ہے۔ ذیل میں اس نظم میں موجود تانیثیت کے پہلو دیکھیں نظم کے آغاز والے مصرے کو دیکھیں:

"میں بنت آدم ہوں آدم کا ہی انگ ہوں"

یہ اعلان دراصل تانیثی فکر کی بنیادی جہت ہے کہ عورت کسی ثانوی درجے کی مخلوق نہیں بلکہ آدم کی نسل کا برابر حصہ ہے۔ وہ ایسی شاعرہ ہیں جو مذہبی اور انسانی دونوں حوالوں سے عورت کی برابری کو تسلیم کرواتیں ہیں۔ جو تانیثی شعور کی ایک معتدل اور مؤثر صورت ہے۔ نظم میں عورت کو محض تابع یا کمزور نہیں دکھایا گیا بلکہ:

"بن ادم میں مضبوط ہوں تیری سوچ سے آگے
کھلتے ہیں کئی در میرے تیری کھوج کے آگے"

یہ اشعار عورت کی ذہنی وسعت، فکری خود مختاری اور تخلیقی صلاحیت کو نمایاں کرتے ہیں۔ یہاں عورت مرد کے مقابل نہیں بلکہ اس سے آگے سوچنے اور آگے بڑھنے کی اہل دکھائی دیتی ہے۔ روایتی طور پر صبر کو عورت کی کمزوری سمجھا جاتا ہے مگر عظمت عظیم اسے طاقت کے طور پر پیش کرتی ہیں۔

"ہر روپ میں صبر کے نکھر جاتی ہوں
مانند خوشبو میں بکھر جاتی ہوں"

یہاں تانیثیت کا وہ پہلو سامنے آتا ہے جس میں نرمی برداشت اور محبت کی قوت کو علامت کے طور پر دکھایا گیا ہے نہ کہ کمزوری کے طور پر۔ شاعرہ عورت کو مختلف رشتوں میں متوازن انداز میں پیش کرتی ہے۔

"بیٹے کی ہوں میں ہمراز، شوہر کی سہیلی ہوں
بھائیوں کا ہوں مان، پلی بابا کی حویلی"

یہ تانیثی فکر کا مقامی پہلو ہے جہاں عورت مغربی تانیثیت کی طرح رشتوں سے انکار نہیں کرتی بلکہ ان میں عزت اور برابری کا مطالبہ کرتی ہے۔ نظم میں ایک واضح احتجاجی لہجہ بھی ہے۔ یہ نظم عورت کے جذباتی استحصال، نظر انداز کیے جانے اور غیر سنجیدہ

رویوں کے خلاف ایک مضبوط آواز ہے جو تانیثی شعور کی اہم علامت ہے۔ نظم کا سب سے طاقتور تانیثی پہلو اس مصرے میں سامنے آتا ہے۔

"تیری وحشت سے میری تذلیل ہوئی ہے"

یہ مصرع عورت ہونے کے ناطے عورت پر ہونے والے تشدّد اور غیر انسانی سلوک کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ شاعرہ اسے فرد کا نہیں بلکہ سماجی وحشت کا نتیجہ قرار دیتی ہے۔ اسلامی تناظر میں عورت کو رحمت کے طور پر پیش کرنا بھی نظم کی فطری گہرائی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ مصرہ دیکھیے:

"میں رحمت بن کے تیری دنیا میں آئی تھی"

یہاں تانیثیت مذہب سے تصادم کی بجائے مذہبی اخلاقیت کے اندر رہتے ہوئے عورت کے وقار کا مطالبہ کرتی ہے۔ اختتام پر شاعرہ واضح کرتی ہے کہ:

"میری حرمت کا کوئی پاس ہی رکھ لے
عظمت میں بنت آدم ہوں توقیر کے قابل"

یہ نظم کا تانیثی منشور ہے۔ عورت کسی اضافی راحت نہیں بلکہ انسان ہونے کے ناطے عزت چاہتی ہے۔ عظمت عظیم کی یہ نظم اعتدال پسند انسانیت کی نمائندہ نظم ہے۔ جس میں عورت کی شناخت انسان کی حیثیت سے قائم کی گئی ہے اور رشتوں کی نفی نہیں کی گئی بلکہ ان کے وقار کا خیال رکھتے ہوئے عزت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ان کی نظم ملاحظہ کریں:

"میرے چارہ گر
میرے خوش گماں
ذرا سن تو میری داستاں
میرا لفظ لفظ پھول ہیں
تیرے راستوں کی دھول ہیں
کبھی دیکھ ان کو جو اجڑ گئے
جو راستوں میں بکھر گئے
میرے چارا گر میرے خوش گماں
تیرا ہر ستم میری داستان"(11)

چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں عظمت عظیم کی شاعری مؤثر اردو ادب میں ایک سنجیدہ، باوقار اور بامقصد آواز کے طور پر سامنے آتی ہے۔ ان کا شاعری محض جذباتی اظہار تک ہی محدود نہیں بلکہ انسانی شعور، سماجی ذمہ داری اور اخلاقی احساس سے گہرا رشتہ رکھی ہے۔ وہ شاعرہ ہیں جو لفظ کو زینت نہیں بلکہ ذمہ داری سمجھ کر برتتی ہیں۔

عظمت عظیم کے ہاں شاعری زندگی سے کٹی ہوئی نہیں بلکہ زندگی کے عین وسط میں سانس لیتی نظر آتی ہے۔ ان کے موضوعات میں عورت کی شناخت، انسان کی حرمت، امن، محبت، دیہی تہذیب، ماں، اور مٹی نمایاں ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ وہ عورت کے مسائل کو نہ تو شدّت پسند تانیثیت کے قالب میں پیش کرتی ہیں اور نہ ہی روایتی خاموشی میں گم ہونے دیتی ہیں بلکہ ایک متوازن اور مہذب تانیثی شعور کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرتی ہیں۔

فنی اعتبار سے عظمت عظیم آزاد نظم کی شاعرہ ہیں۔ جہاں وہ بحر اور قافیہ کی پابندی سے زیادہ احساس کی صداقت کو اہمیت دیتی ہیں۔ ان کی زبان سادہ رواں اور براہ راست ہے۔ جس میں تصنع ولفظی اور غیر ضروری پیچیدگی نہیں ملتی۔ یہی سادگی ان کی شاعری کو عام قاری کے قریب اور سنجیدہ قاری کے لیے قابل توجہ بناتی ہے۔ ان کی شاعری کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ احتجاج بھی شائستگی سے کرتی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ہیں۔جنگ کے خلاف آواز ہو یا عورت کی تذلیل کے خلاف ان کا لہجہ تلخ نہیں بلکہ فکری اور اخلاقی ہے۔وہ نفرت کے مقابل محبت، تشدد کے مقابل امن اور جبر کے مقابل وقار کی بات کرتی ہیں۔ مجموعی طور پر عظمت عظیم کی شاعری انسان دوست، امن پسند اور اخلاقی شعور سے مزّین شاعری ہے۔ان کا مجموعہ "صدائیں گونجتی ہیں" اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ نا صرف اپنے علاقے کی نمائندہ شاعرہ ہیں بلکہ معاصر اردو نظم میں معتبر اور قابل توجہ نام بھی ہیں۔ان کی شاعری قاری کو محض پڑھنے کا تجربہ نہیں دیتی بلکہ سوچنے، محسوس کرنے اور بہتر انسان بننے کی دعوت بھی دیتی ہے۔

حوالہ جات

1۔عظمت عظیم،"عظمتیں" غلام طاہر رانا پبلی کیشنز ملتان،2023ء ص10
2۔شفیق جالندھری،ڈاکٹر،"اردو کالم نویسی"اے-ون پبلشرز،اردو بازار لاہور،1993ء ص10
3۔عظمت عظیم،"عظمتیں" غلام طاہر رانا پبلی کیشنز ملتان،2023ء ص15
4۔ابوالاعجاز حفیظ صدیقی"کشاف تنقیدی اصلاحات" مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد،1985ء ص13
5۔نصیر احمد خان،ڈاکٹر،"ادبی اسلوبیات"پورب اکیڈمی اسلام آباد2013ء ص9
6۔عظمت عظیم،"عظمتیں" غلام طاہر رانا پبلی کیشنز ملتان،2023ء ص62
7۔صبیحہ انور،ڈاکٹر،"اردو میں خود نوشت سوانح حیات"،نامی پریس خواجہ قطب الدین روڈ لکھنؤ،1982ء ص18
8۔عظمت عظیم "خوابوں کی جاگیر میری"،غلام طاہر رانا پبلی کیشنز ملتان،2024ء ص13
9۔ایضاً ص29-30
10۔عظمت عظیم،"صدائیں گونجتی ہیں"،شیر ربانی پرنٹرز ملتان،2025ء، ص47-48
11۔ایضاً ص102